نگاہِ اولین

دہشت گردی اور سزائے موت

مدیر التحریر

16 دسمبر 2014ء کو انڈیا میں سقوطِ ڈھاکہ کا قومی جشن زوروں پر تھا۔ پاکستانی قوم' دو قومی نظریے کی صداقت سینوں میں چھپائے، شکست فاش کے اس عالمی ریکارڈ سے جی بہلانے کے لیے روزمرہ امور زندگی میں جتی ہوئی تھی۔ ماؤں نے اپنے پھول جیسے بچوں کو صاف ستھری وردیوں میں ملبوس کر کے روشن مستقبل کی آس میں تعلیمی اداروں کی جانب ''اللہ حافظ'' کر دیا تھا۔

خصوصاً فوجیوں نے اس عبرتناک شکست کا انتقام لینے کے عزم کے ساتھ اپنے بچوں کو سکول روانہ کر دیا تھا۔ تلاوتِ قرآنِ پاک سے اسمبلی کا آغاز ہوا۔ قرآنِ پاک پر مقدمہ چلانے والے سیخ پا ہیں کہ یہ بچے فرنگی لباس پہن کر بھی قرآن کیوں پڑھتے ہیں؟! نئی صلیبی جنگ کے آغاز میں ہی مسلم ممالک کے نصاب تعلیم میں ''کفرنواز'' ترامیم پر زور دینے والے کافر' ہمارے نصاب میں اسلامیات کو کہاں برداشت کرتے ہیں؟!

جانے کتنے عرصے سے دشمنانِ انسانیت ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کو ناکام ریاست بنانے کے لیے ایک انوکھی دہشت گردی کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ اس تاریخی دن ایک اور تاریخ رقم کرنے کی خاطر انسان نما درندوں کی ایک مسلح ٹیم آرمی پبلک سکول پشاور بھیج دی گئی۔ جنہوں نے اپنے آقاؤں کے حکم کے مطابق معصوم اور بے گناہ طالب علموں کے قتل و غارت کا وہ طوفان برپا کر دیا، جس کی مثال اس کافرانہ تعصب سے بھرپور سفاک و دہشت گرد دنیا میں بھی مفقود ہے۔

پھر حسب معمول ذرائع ابلاغ نے اعلان کیا کہ نام نہاد ''طالبان'' نے حملے کی ذمہ داری قبول کی ہے واللہ اعلم۔ بہرحال اس کارروائی میں جو لوگ ملوث ہیں، ان کا واضح مشن صرف ''دینِ اسلام'' اور اس کے حکم ''جہاد فی سبیل اللہ'' کو بدنام کرنا ہے۔ ملت اسلامیہ اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے یہی دشمن درحقیقت ایسی بہت ساری دہشت گردانہ کارروائیوں کے ذمہ دار ہیں۔

جو شخص صدقِ دل سے کلمہ "لآ إلٰه إلا اللّٰهُ محمدٌ رسولُ اللّٰهِ" پڑھ چکا ہو وہ اس وعیدِ الٰہی سے متأثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا: ﴿اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢبِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ﴾ [المائدة ٣٢] "درحقیقت جس کسی نے ایک انسان کو کسی جان کے قصاص یا زمین میں فساد پھیلانے کی سزا کے بغیر قتل کر دیا تو گویا اس نے پوری انسانیت کا خون ناحق کر لیا ہے۔"

﴿محمدٌ رَّسولُ اللّٰهِ ﷺ﴾ کا امتی رحمۃ للعالمین ﷺ کی مبارک زندگی کے عظیم ترین اجتماع کے سامنے پیش کردہ "حقوقِ انسانی" کے عالمی ودائمی منشور کی اس حد تک مخالفت کی جرأت ہرگز نہیں کر سکتا: "ألآ إنّ دِمَآءَ کمُ وأموالَکم وأعراضَکم علیکمُ حرامٌ کحرمةِ یومِکم هذا فی بلدِکم هذا فی شهرِکم هذا" [صحیح البخاری ح:٦٧، ٧٤٤٧، صحیح مسلم ح:٤٤٧٧، ٤٤٨٠] "خبردار! یقیناً تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت وآبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح آج کے اس محترم دن کو، اس محترم مہینے کو، اس محترم شہر کو حرمت دائمی حاصل ہے۔"

ہم قرآن مجید اور حدیث شریف کے جس علم کو حاصل کر کے اس کی تعلیم اور تبلیغ کا شرف پانے کی کوشش میں مصروف ہیں، اس کے مطابق مسلمان تو درکنار کسی "کافر" کو بھی شرعی سزا یا میدانِ کارزار کے علاوہ قتل کرنا "حرام" ہے۔ جبکہ کمسن بچوں، خواتین اور عبادت گزار بوڑھوں کو تو حالت جنگ میں بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ سوائے اس حالت کے کہ ان میں سے کوئی مسلح جنگ میں عملاً شریک ہو۔

کسی مسلمان سے اس قدر دہشت گردی اور سنگدلی کی توقع کرنا ہی قرآن وحدیث کے ساتھ بدظنی ہے کہ اس کے ماننے والے خاتم النبیین ورحمۃ للعالمین ﷺ کی اس قدر مخالفت کا ارتکاب کریں گے: "ألا! لا یجني جانٍ إلّا علیٰ نفسه، ألا! لا یجني والدٌ علی ولده ولا مولودٌ علی والده" [جامع الترمذی وقال: حسن صحیح، ابن ماجه ٢٦٦٩، ٣٠٥٥ وصححه الألبانی، مسند أحمد ح:١٦١٠٨ وصححه الأرنؤط، سنن البیهقی الکبری، مستدرك الحاکم، المعجم الکبیر للطبرانی ح:١٣٥٣٤، ١٣٥٣٥، مصنف ابن أبی شیبة] "خبردار! کوئی بھی شخص کسی دوسرے فرد کے جرم کی سزا نہیں بھگتے گا۔ خبردار! کوئی بیٹا اپنے باپ کے جرم کی سزا نہیں پائے گا، کوئی باپ اپنے بیٹے کے جرم میں پکڑا نہ جائے گا۔" اب آرمی پبلک سکول پشاور کے

طالب علم کس جرم کی بنا پر واجب القتل ہوئے؟! یقیناً یہ سارے مقتول شریعت اسلامیہ کے ٹھوس اور صریح نصوص کی روشنی میں مظلوم ہیں اور ان پر حملہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پوری انسانیت کے قاتل۔

اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ نیٹو کے راہِ فرار اختیار کرنے کے بعد پاکستان اور افغانستان کے مابین حسب سابق برادرانہ تعلقات کا قیام عین ممکن تھا۔ لہٰذا ایک ایسی خطرناک فضا کا قیام طالبان مخالف اتحاد کے لیے نہایت ضروری تھا جو پاکستانیوں کے دلوں کو ان کے خلاف نفرت وعداوت سے بھر دے۔

بہرحال ان دہشت گردوں کے نیٹ ورک کی تلاش اور اصل مجرموں کو احکام الٰہی کے مطابق قرار واقعی سزا دینا حکومت پر فرض ہے۔ اور اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی ایسی سنگین غداری ہے جو دہشت گردوں کی حوصلہ افزائی کا باعث بنتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ [المائدۃ ۳۳] ''یقیناً ان لوگوں کی سزا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ لڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش کرتے ہیں، یہی ہے کہ انہیں (حسبِ جرم) قتل کیا جائے یا پھانسی دی جائے یا ان کے ہاتھ پیر مخالف سمت سے کاٹ پھینکے جائیں یا انہیں ملک بدر کر دیا جائے۔ یہ دنیا میں ان کے لیے رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب تیار ہے۔''

دہشت گرد، ان سزاؤں کے علاوہ کسی قسم کے سوگ، احتجاج اور قرار دادِ مذمت سے ہرگز متأثر نہیں ہوں گے۔ وہ ایسے ہتھکنڈوں سے مرعوب ہونے والے ہوتے تو یہ واقعات پیش ہی نہ آتے۔

ان احکام الٰہیہ کو نافذ کرنے کی راہ میں دو طرف سے روڑے اٹکائے جاتے ہیں:

(۱) کافر ممالک اور اقوام متحدہ وغیرہ بیرونی اسلام دشمن، جو خود ساختہ قوانین کے ذریعے دنیا کو امن وامان سے محروم کر کے اپنے گھٹیا مقاصد کی تکمیل کراتے ہیں۔ اور دنیا میں اسلامی نظام کے ذریعے عدل وانصاف کا بول بالا ہونے کی صورت میں اپنی چوہدراہٹ ختم ہونے کا شدید اندیشہ کرتے ہیں۔

(۲) عوامی مینڈیٹ لے کر قانون سازی کرنے والے نمائندے، جن کی اکثریت نام نہاد مسلمان

ہے، مگر زیادہ تر اسلامی حدود وقصاص کے لائق جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جب ''جمہوریت'' مجرموں کو اپنے لیے سزائیں مقرر کرنے کا لائسنس دیتی ہے، تو یہ اپنے اوپر عبرتناک سزائیں کیسے مقرر کر سکتے ہیں!

یہی دونوں گروپ دراصل ہر دہشت گردانہ کارروائی کے ذمہ دار ہیں، اگرچہ دوسری قسم براہِ راست دہشت گردوں کی سرپرستی نہیں کرتی۔ نیز اسلام دشمن عالمی طاقتیں بدامنی کے بل بوتے پر ہی سودی نظام کو تحفظ دینے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

اسلام دشمن عناصر اپنے خودساختہ ادیان سے بیزار عوام کی بے لگام خواہشات سے مجبور ہو کر مجرموں کے ساتھ ہمدردی، جرائم کی سرپرستی اور بعض سنگین جرائم کو قانونی تحفظ دینے پر مجبور ہیں۔ حالانکہ ان گناہوں کو ہر دین اور ہر معاشرے میں برا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن لبرل مسلمانوں کے آئیڈیل کافرممالک کے خودساختہ قوانین نے کافی جدوجہد کے بعد باطل مذاہب کے پیروکاروں کی شہوت پرستیوں کے سامنے بے بس اور مجبور ہو کر ان گناہوں کو ''جائز'' کر دیا ہے۔ پھر یہ بے وقوف اپنے معاشروں میں چوری اور قتل کے بے تحاشا واقعات سے تنگ ہیں، لیکن ان جرائم کو سند جواز عطا نہ کر سکے تو ان پر ہلکی سزائیں مقرر کر رکھی ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کا قانون لوگوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کو تحفظ دینے سے عاجز ہیں۔

سنگین جرائم کے سرپرست اپنے گریبان میں جھانکنے کی ہمت نہیں کرتے۔ ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کے مصداق اسلامی قانون میں چور کا ہاتھ کاٹنے، قاتل کا سر قلم کرنے اور زانی کی سنگساری کو ''حقوقِ انسانی'' کی پامالی سمجھتے ہیں۔ مرتد کے قتل کا تذکرہ کرنا ہی معیوب اور دقیانوسی کا ثبوت قرار دیا جاتا ہے۔ سودی لین دین ان کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے۔ جس کے بل بوتے پر وہ اپنی انسانیت اور اخلاق کو گروی رکھ کر دنیا کی لذتوں اور حرامکاریوں میں مگن ہیں۔

لیکن افسوس ان مسلمانوں پر ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے محبوب رسول ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھنے کے باوجود اسلام کے واضح اور دوٹوک احکام کے نفاذ میں رکاوٹ ڈالتے اور جان بوجھ کر جرائم کی حوصلہ افزائی کا سبب بنتے ہیں۔ کافروں کی رضامندی کی خاطر نفاذِ اسلام کی مخالفت کر کے سنگین اخلاقی مجرموں کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں۔

سانحہ پشاور نے اپنی تمام تر سنگینیوں اور وحشیانہ مظاہر کے باوجود بعض ''مثبت پہلو'' بھی دکھائے ہیں:

(۱) سیاسی محاذ پر نادیدہ قوتوں کے ریموٹ پر چلنے والی تحریک' حکومت کے ساتھ اظہار یکجہتی میں ہوش کے ناخن لینے لگی۔ اللہ کرے اس خیر سگالی کو استحکام حاصل ہو۔

(۲) قانونی میدان میں کفار عالم کی خواہش کے برخلاف سزائے موت کے خاتمے کا خاتمہ ہو گیا اور فوری طور پر موت کی سزا کا نفاذ شروع کیا گیا۔ اگرچہ بعض اثر ورسوخ والے خطرناک مجرموں پر حملے کی ''ناکام کوشش'' کرنے والوں کو قتل کر دیا گیا، جبکہ خود مجرم کے سزا سے بچنے کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ اس دہرے معیار کی شکایت کے باوجود ''سزائے موت کا نفاذ'' قابل قدر ہے؛ بشرطیکہ اس میں شرعی تقاضوں کی پاسداری کا اہتمام کیا جائے۔

دشمنانِ ملک وملت ایک طرف اپنے پروردہ دہشت گردوں کے ذریعے دین اسلام کو بدنام کرنے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ دوسری طرف وہی ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کا دھوکہ دیتے ہوئے مسلمان حکمرانوں کو دین اسلام کے قلعوں یعنی دینی مدارس کے خلاف اکساتے ہیں۔ کیونکہ ان کے تھنک ٹینک اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ اسلامی ملک کی نظریاتی سرحدوں کے حقیقی پاسبان قرآن وسنت کے مدارس ہی ہیں۔ اس طرح دشمن ایک تیر سے دو شکار کرتے اور بیچارے مسلمان حکمرانوں کو اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ہاں دینی مدرسہ ہو یا کوئی بھی فرد یا ادارہ' کسی بھی نام سے دہشت گردی کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔ واقعی اگر کوئی ''دینی مدرسہ'' دہشت گردی میں ملوث ہو' تو ٹھوس ثبوت کی روشنی میں اسے بھی قرار واقعی سزا ملنی چاہیے۔

اس سنگین صورت حال میں حکمرانوں کو ہوش وحواس سے کام لینا چاہیے۔ اصل دشمنوں سے آگاہ ہو کر راست اقدامات کرنے چاہئیں۔ شرعی ثبوت کی بنیاد پر ''سزائے موت'' کے حکم الٰہی کو بلا استثناء تمام واجب القتل مجرموں پر نافذ کرنا چاہیے۔ اسی طرح دیگر جرائم پر بھی احکام الٰہی کے مطابق سزائیں دلائی جائیں۔ شرعی سزائیں اگرچہ سخت ہیں، لیکن یہی سخت سزائیں ہی انسانی معاشرے میں امن وامان، جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی ضامن ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝﴾ [البقرۃ ۲۰۸] ''ایمان والو! دین اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' اس محکم فرمانِ الٰہی کے مطابق ملک میں مکمل اسلامی نظام حکومت نافذ کر کے تحریک پاکستان کے وقت قوم کے اجتماعی عہد و پیمان کو پورا کرنا چاہیے۔ اسی فریضے کی ادائیگی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام مسائل کا واحد حل ہے۔

وطن عزیز کو فلاحی ملک بنانے اور اس کے نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے حکم الٰہی کے مطابق مکمل انتظام کرنا چاہیے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝﴾[الأنفال ٦٠] ''اور ان کے (مقابلے کے) لیے جتنا تم سے ممکن ہو سکے حربی طاقت اور گھوڑے باندھ کر تیاری کر لو، جس کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو مرعوب رکھیں، ان کے علاوہ دوسرے بدخواہوں کو بھی' جنہیں تم لوگ نہیں پہچانتے، اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے۔ اور تم لوگ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں' اس کا پورا پورا انعام عطا فرمایا جائے گا اور تم پر کوئی ظلم روا نہیں رکھا جائے گا۔''

نصوصِ شریعت کی روشنی میں دفاع اور تحفظ کے لیے ہر پہلو سے تیاری کرنا ضروری ہے:

(۱) جدید اسلحہ کا انتظام، الحمدُ للہ اس جانب عوام سرکاری کوششوں پر مطمئن ہیں؛ کیونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک مسلمہ ایٹمی طاقت ہے۔ اور ہماری فوج آئے روز نت نئے میزائلوں کے تجربات بھی کر رہی ہے۔ جزاهم الله خيرًا وسدّد خطاهم.

(۲) وطن عزیز کے دوستوں، دشمنوں اور ''بغل میں چھری منہ میں رام رام' والے منافقوں کو پہچاننا اشد ضروری ہے۔ اس تیسری قسم کے پہچاننے میں بسا اوقات اقتصادی امداد کے جھانسے رکاوٹ بنتے ہیں۔ ہمیں وقتی ضرورتوں کو نظر انداز کر کے تاریخی حقائق سے سبق لینا چاہیے۔ نام نہاد سپر پاورز کی طرف سے ہماری آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوششوں سے خبردار رہنا نہایت ضروری ہے۔

(۳) اسلامیانِ پاکستان کو امن وامان فراہم کر کے مسلمانانِ عالم کے لیے مثالی فلاحی ریاست کا نمونہ پیش کرنا، اس جانب قیام پاکستان کے اولین روز ہی سے کوتاہی جاری ہے۔ اور موجودہ حکومت بھی اس فریضے سے غفلت کی جانب گامزن ہے۔

سانحہ پشاور پر سزائے موت کی بحالی ایک جذباتی ردعمل ہونے کے باوجود بڑا مثبت پیش رفت ہے۔ کاش! یہ نفاذِ اسلام کا ''پہلا مرحلہ'' ہوتا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سانحے کے پس پردہ اصل مجرموں کے سنگین عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے سزائے موت کے اجراء کو ''پہلا قدم'' قرار دیتے ہوئے دہشت گردی، ڈاکہ، چوری، زنا، نشہ بازی اور ارتداد کے مجرموں پر بھی رب العالمین کی طرف سے مقرر کردہ سزائیں جاری کی جائیں۔ کم از کم اندرونِ ملک سودی قرضوں کی لعنت کا خاتمہ کر کے سرکاری بینکوں کے رقوم سے مضاربت پر یوٹیلیٹی سٹورز اور سٹیل ملز جیسا کاروبار کیا جائے۔

جمہوری حکمران اسلامی نظام کے نفاذ سے بہت گھبراتے ہیں۔ غالبا طالبان کی پچھلی حکومت کے انجام سے لرزتے ہیں۔ حالانکہ اس کی قبولیت میں کمی کی اہم وجہ فرقہ وارانہ تعصب کی روش تھی۔

''کتاب الٰہی اور سنت نبوی'' کے نفاذ سے دہشت زدہ عوام جلد ہی سکون واطمینان اور امن وامان کی پاکیزہ فضا پائیں گے۔ اسی پاکیزہ فضا کی آس میں برصغیر کے مسلمانوں نے لاکھوں جانوں کا نذرانہ دے کر آزادی حاصل کی تھی۔ اسلام پسند اکثریت کی آرزوئیں بر آئیں گی' تو فوراً حکمرانوں کی مشکور وممنون ہوں گی۔ اور جب دہشت گرد اور سنگین اخلاقی جرائم میں ملوث لوگ اپنی شرعی سزائیں پائیں گے؛ تو لوگوں کی جان، مال، عزت، عقل اور دین کو تحفظ ملے گا، پھر اسلامی نظام کے نام سے خوف کھانے والے جہلاء بھی اس کی برکتوں کو دیکھ کر حامی بن جائیں گے۔ البتہ اس طرح کے سنگین جرائم میں ملوث اسلام دشمن، سماج دشمن، ملک دشمن عناصر مخالفت کریں گے۔ ان کی مخالفت ہی اس مبارک نظام کی برکتوں کا مظہر ہے؛ کیونکہ:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز　　　　چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی